



وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ بِرَزْخٍ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (سورة المؤمنون: ۱۰۰)
”اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے، دوسری زندگی کے دن تک“

عذابِ برزخ

عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ (حدیث بخاری)

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضل علومِ دینیہ (حقائق المدارسِ ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ:

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیمٹری، کراچی

فون: 2850510-2854484

www.emanekhalis.com, www.therealislam.net

EK sMs Club

فہرست مضامین

- ۱۔ مردہ پر عذاب و راحت کا دور کہاں گزرتا ہے؟ (القرآن)..... ۳
- ۲۔ فرعون اور عمرو بن لُحی الخزاعی پر جہنم میں عذاب (قرآن اور حدیث بخاری)..... ۴
- ۳۔ عذاب و راحت کا دور قیامت تک کہاں گزرے گا؟ (احادیث بخاری)..... ۵
- ۴۔ شہداء کی جنت الفردوس میں نئے جسموں کے ساتھ زندگی (حدیث مسلم)..... ۸
- ۵۔ شہداء بدر جنت الفردوس میں ہیں (حدیث بخاری)..... ۹
- ۶۔ نبی ﷺ قبر مدینہ میں زندہ نہیں بلکہ اللہ کے پاس (الوسیلہ مقام میں) زندہ ہیں (حدیث بخاری)..... ۱۰
- ۷۔ ابراہیم علیہ السلام پسر نبی ﷺ نے جنت میں دودھ پلانے والی کا دودھ پیا ہے (حدیث بخاری)..... ۱۱
- ۸۔ قرآن وحدیث کا فیصلہ کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد قیامت سے پہلے جسد غصری میں واپس نہیں آ سکتی..... ۱۳
- ۹۔ قبر میں روح کے مردہ جسم میں واپس آنے کے سلسلے میں بخاری کی حدیث 'قرع نعال' سے غلط استدلال..... ۱۴
- ۱۰۔ بخاری کی صحیح حدیث قرع نعال کی غلط تاویل کا رد اور اس کی صحیح تاویل..... ۱۴
- ۱۱۔ حدیث قرع نعال کی تشریح امام ابوحنیفہ اور ابن منیر سے اور اعتراضات کا جواب..... ۱۴
- ۱۲۔ حدیث قرع نعال کی غلط تشریح اور اس کا رد دلائل کے ساتھ..... ۱۵
- ۱۳۔ قلب بدر اور کلام المیت علی الجنازۃ کی صحیح تاویل..... ۱۹
- ۱۴۔ دو قبروں پر شاخیں لگانے کا واقعہ اور اس کی صحیح تاویل..... ۲۱
- ۱۵۔ قبر دنیا کی وسعت اور تنگی کا رد..... ۲۲
- ۱۶۔ خچر کا مشرکوں کی قبروں کے پاس بدکنا (مسلم کی حدیث)..... ۲۳
- ۱۷۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ (مسلم کی حدیث)..... ۲۴
- ۱۸۔ موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں صلوٰۃ ادا کرنا (مسلم کی حدیث)..... ۲۵
- ۱۹۔ نبی ﷺ کا قبر والوں کے لیے دعا کرنا (مسلم کی حدیث)..... ۲۶
- ۲۰۔ علین اور حنین اعمال ناموں کے دفتر ہیں، روحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں..... ۲۷
- ۲۱۔ قبر دنیا کے دبائے اور پھیل جانے کی غلط روایت اور قبر دنیا کے جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا ہونے کا رد..... ۲۸
- ۲۲۔ عطیہ اور الکلبی کی شیعیت اور افتراء پردازی..... ۳۰
- ۲۳۔ عقیدے دو نہیں ہو سکتے: ایک کا ماننے والا دوسرے کا کافر ٹھہرے گا اور جو لوگ بھی اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ سب کے سب کافر ہیں (القرآن)..... ۳۳
- ۲۴۔ عقائد کے اقتباسات: دیوبند، بریلی تبلیغی جماعت، مودودی صاحب، احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، عبد الوہاب نجدی، میاں نذیر دہلوی، نواب صدیق الحسن خان، وحید الزماں پیر جہنڈا صاحب..... ۳۴



الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ
وَاشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

اما بعد: لا ریب کہ مرنے کے بعد قیامت تک قبر کا عذاب یا راحت یقینی چیزیں ہیں مگر افسوس کہ آج دنیا والوں کی اکثریت نے اسی دنیا کی زمین کے ایک خطے کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال و جواب کے لیے ہر مرنے والے کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور پھر قیامت تک اس کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے؛ درآں حالیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر رکھ دیا جاتا ہے، کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے..... آخر ان مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا؟ کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب و راحت کا دور قیامت تک گزرے گا؟

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ہر مرنے والے کو قبر دیتا ہے چاہے وہ زمین میں دفن کیا جائے یا کسی درندہ کے پیٹ میں جا کر فضلہ بن جائے:

قِيلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرًا ۚ مِنْ أَبِي شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۖ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ۖ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۖ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۖ (عبس: ۱۷ تا ۲۲)

”مارا جائے انسان (دشمن حق) کیسا ناشکرا ہے یہ! کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا؟ نطفہ کی ایک بوند سے اللہ نے اس کو پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اس کے لیے زندگی کی راہ آسان کی، پھر اسے موت دی اور قبر عطا فرمائی۔ پھر جب اسے چاہے گا زندہ کرے گا۔“

اللہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ ہر مرنے والے کو قبر ملتی ہے، چاہے اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا جائے، یا اس کی میت درندوں اور مچھلیوں کے پیٹ کی غذا بن جائے۔ یہی وہ اصلی قبر ہے جہاں روح کو دوسرے (برزخی) جسم میں ڈال کر قیامت تک رکھا جائے گا، اور اسی پر راحت یا عذاب کا پورا دور گزرے گا۔ اور یہ معاملہ صرف مومنوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کافر، مشرک، منافق، فاسق و فاجر، ہر ایک کے ساتھ یہی ہوگا۔ قرآن وحدیث کا یہی فیصلہ ہے۔

فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے لیے محفوظ رکھنے کا اعلان کیا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فرعون اور فرعونوں کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جا رہا ہے اور قیامت تک پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اب فرعون اور اس کے پیروں کو شدید عذاب میں داخل کر دو:

حَتَّىٰ إِذَا دُرِّكَهُ الْغَرَقُ قَالَ أَمِنْتُ أَنَّهُ لَآ إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝
الَّذِينَ وَقَدِ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً ۖ
وَلِنُكَذِّبَ أَقْرَبَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا الْغَافِلُونَ ۝ (یونس: ۹۰ تا ۹۲)

” (فرعون اور اس کے لشکر نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا پیچھا کیا) یہاں تک کہ جب وہ (فرعون) ڈوبنے لگا (اور غیب شہود بن گیا) تو پکار اٹھا کہ میں نے مان لیا کہ اس الہ کے علاوہ کوئی دوسرا الہ نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں نے بھی اس کے سامنے سراطاعت خم کر دیا۔ (اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا) اب ایمان لا رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد پر جمار ہا! اب تو ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد کے آنے والے لوگوں کے لیے نشان عبرت بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہماری نشانیوں سے غفلت برتی ہے۔“

فرعون کی لاش عبرت کے لیے دنیا میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا سورۃ المومن میں ارشاد کہ آل فرعون کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے:

فَوَقَّعَهُ اللَّهُ سِجَّاتٍ مَّامُكُورًا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ الْأَنْهَارُ يُعْرَصُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (المومن: ۲۵، ۲۶)

”آخر کار ان لوگوں نے جو بری سے بری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے ان سب سے اس کو بچالیا، اور آل فرعون خود بدترین عذاب کے پھیر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں، اور جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کر دو۔“

قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دنیا میں عبرت کے لیے محفوظ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دنیا میں، لیکن ان کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ثابت ہوا کہ ان کو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے۔ جسد عنصری وہ بہر حال نہیں ہے۔

اسی طرح عمرو بن لُحی الخزاعی کو نبی ﷺ نے جہنم کی آگ میں اپنی انٹریوں کو (پیٹ کے پھٹنے کے بعد) کھینچتے ہوئے دیکھا۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم (عربوں میں) رائج کی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْكُرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُروَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطُمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَأَيْتُ عَمْرًا يَجْرُقُصْبَهُ وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَبَّ السَّوْآتِ (بخاری: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ المائدۃ، جلد ۲، صفحہ ۶۶۵ مطبوعہ دہلی)

..... عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کا بعض حصہ بعض کو برباد کیے دے رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ عمرو (ابن لُحی الخزاعی) اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا۔ وہ پہلا (عرب) شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی۔

اسی طرح بخاری کی دوسری روایت میں راحت و عذاب دونوں کا ذکر مرزخی جسموں کے ساتھ ثابت ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ هُوَ ابْنُ حَارِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُولُ مَا شَاءَ اللَّهُ فَسَأَلْنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتَيْنِي فَأَخَذَا بِيَدَيَّ فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَأَذَارَ جُلَّ جَالِسٍ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُوبٌ مِنْ حَدِيدٍ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرَ مِثْلَ ذَلِكَ وَيَلْتَمِسُ شِدْقَهُ هَذَا فَيَعُوذُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَا أَنْطَلِقُ فَأَنْطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ وَرَجُلٍ قَائِمٍ عَلَى رَأْسِهِ بِفَهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدُخُ بِهَارِأَسِهِ فَإِذَا ضَرَبَهُ تَذْهَدُهُ الْحَجَرُ فَأَنْطَلِقُ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَمِسَ رَأْسَهُ وَغَادَرَأَسَهُ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَا أَنْطَلِقُ فَأَنْطَلَقْنَا إِلَى نَقَبٍ مِثْلِ التَّنُورِ أَعْلَاهُ ضَيْقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادُوا يَخْرُجُونَ فَإِذَا اخْمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَا أَنْطَلِقُ فَأَنْطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسْطِ النَّهْرِ قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَوَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَارِمٍ وَعَلَى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَإِذَا ارَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَاهُ الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا

كَانَ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى آتَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضِرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ
عَظِيمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصَبِيَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ
يُوقِدُهَا فَصَعِدَا بَنِي فِي الشَّجَرَةِ فَادْخَلَانِي دَارًا لَّمْ أَرَقُطُ أَحْسَنَ وَأَفْضَلَ مِنْهَا
فِيهَا رَجَالٌ شُيُوخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصَبِيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بَنِي
الشَّجَرَةِ فَادْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ قُلْتُ
طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ
فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْإِفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَدُّ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ
يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ يُفَعِّلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّقَبِ فَهُمْ الزُّنَاةُ
وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ اكْلُوا الرِّبَا وَالشَّيْخُ الَّذِي فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ
وَالصَّبِيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكُ خَازِنِ النَّارِ وَالذَّارُ
الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا
جِبْرِئِيلُ وَهَذَا مِيكَائِيلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ
قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ
تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ آتَيْتَ مَنْزِلَكَ (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۵)

..... سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (صبح) پڑھ لیتے تھے تو ہماری طرف رخ کر کے
پوچھتے تھے کہ تم میں سے کس نے رات خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو بیان
کر دیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ چاہتا کہہ دیا کرتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سوال کیا کہ کیا کسی
نے خواب دیکھا ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیکن میں نے رات
دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھے باہر نکال کر ایک
ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور
اس کے ہاتھ میں (بخاری کہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ بن اسماعیل سے روایت کی کہ) لوہے
کا آکٹڑا ہے اور وہ اس کو بیٹھے ہوئے شخص کے گال میں داخل کر کے گال کو گدی تک پھاڑتا ہے پھر
اس کے دوسرے گال کے ساتھ یہی عمل کرتا ہے۔ گال پھر جڑ جاتے ہیں اور پھر وہ (کھڑا ہوا) شخص اس
(بیٹھے ہوئے) کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا
ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ پس ہم چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو اپنی
گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اس کے سر کے اوپر ایک دوسرا شخص پتھر لیے کھڑا تھا اور پتھر مار مار کر اس کے

سر کو پھاڑ رہا تھا۔ پتھر سر پر پڑنے کے بعد ایک طرف لڑھک جاتا تھا اور پتھر مارنے والا اس کو اٹھانے
کے لیے جاتا اور اس درمیان کہ پتھر اٹھا کر وہ پھر واپس آئے، سر پھر جڑ جاتا اور ویسا ہی ہو جاتا جیسا کہ
وہ پہلے تھا۔ اب پھر وہ پہلے کی طرح پتھر کو سر پر مارتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ دیکھ کر) میں نے ان سے
پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ ہم چلے اور تنور کی شکل کی نقب کے پاس آئے۔
اس نقب کے اوپر کا حصہ تنگ اور زیریں حصہ وسیع تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ اس نقب
کے اندر برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔ جب آگ تیز ہوتی تو وہ اوپر اٹھتے اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے
اور جب دھیمی ہوتی تو پھر نیچے واپس چلے جاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا
ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چلیے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ایک نہر پر آئے جو خون سے بھری ہوئی تھی
اور اس میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا..... اور نہر کے کنارے ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر
پڑے ہوئے تھے۔ جب نہر والا شخص آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو باہر والا اس کے منہ پر پتھر مارتا اور
اس کو پھر اس کی جگہ واپس لوٹا دیتا۔ اور ہر بار وہ نہر والے شخص کے ساتھ یہی معاملہ کرتا اور اس کی
جگہ واپس لوٹا دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ یہ سب کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے
چلیے۔ ہم چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں پہنچے۔ اس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اور
اس درخت کی جڑ کے پاس ایک بزرگ اور بچے تھے اور درخت کے قریب ایک اور صاحب تھے جن
کے سامنے آگ تھی اور وہ اسے بھڑکا رہے تھے۔ پھر وہ دونوں مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے
گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے اور جوان
مرد اور خواتین اور بچے تھے۔ پھر وہ مجھے اس گھر سے نکال کر ایک درخت پر چڑھا کر ایک ایسے گھر میں
لے گئے جو پہلے گھر سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ میں نے کہا کہ تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھرتے رہے۔ اب بتاؤ کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ
سب ہے کیا؟ دونوں نے کہا، بہتر: وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے گال پھاڑے جا رہے
ہیں، وہ کذاب تھا؛ جھوٹی بات بیان کرتا تھا اور اس بات کو لوگ لے اڑتے تھے یہاں تک کہ ہر طرف
اس کا چرچا ہو جاتا تھا، تو اس کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوتے دیکھا ہے، وہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔
اور جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر چلا جا رہا تھا، یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا
لیکن وہ راتوں کو قرآن سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس کے مطابق عمل نہ کیا۔ یہ عمل قیامت تک اس
کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ اور جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقب میں دیکھا تھا، وہ زنا کار تھے اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دریا میں دیکھا، وہ سود خور تھا اور وہ شیخ جو درخت کی جڑ کے پاس تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے
جوان کے ارد گرد تھے، وہ انسانوں کی اولاد تھے۔ اور جو آگ بھڑکا رہے تھے وہ مالک داروغہ جہنم تھے،
اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے تھے، وہ عام مومنین کا گھر تھا اور یہ گھر شہداء کے گھر ہیں۔ اور
میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں؛ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھا ہے۔ میں نے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے)

اپنا سراٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر ایک بادل سا دیکھا؛ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا گھر ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے، اگر آپ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں گے۔

اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے ثابت کر دکھایا کہ وفات کے بعد نبی ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ والی قبر میں نہیں، بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں۔ بخاری کی اس حدیث سے بہت سی باتیں سامنے آئیں:

- ☆ روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے اور روح اور اس جسم کے مجموعہ پر راحت و عذاب کا دور گزرتا ہے؛
- ☆ اس مجموعہ کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا اور اس پر سارے حالات قیامت تک گزریں گے؛
- ☆ یہ ایسا جسم ہے کہ اگر اس کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ پھر بن جاتا ہے؛
- ☆ دنیا میں زنا کاروں کی قبریں مختلف ملکوں اور مختلف مقاموں پر ہوتی ہیں مگر برزخ میں ان کو ایک ہی تنور میں برہنہ حالت میں جمع کر کے آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور قیامت تک دیا جاتا رہے گا؛
- ☆ نیکو کار مرنے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھی جسم ملتا ہے؛
- ☆ شہداء کو بھی جسم دیا جاتا ہے؛

اور مسلم کی درج ذیل حدیث کے مطابق ان کے جسم سبز رنگ کے اور اڑنے والے ہوتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَ عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنْ الْأَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ وَ أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللَّهِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالًا بَلْ أَعْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزَكُّونَ قَالَ أَمَّا إِنَّا فَدَسَّالْنَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَرَوْهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خَضِرٍ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرُحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ فَاطْلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ إِطْلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا قَالُوا أَى شَيْءٍ نَشْتَهُى وَ نَحْنُ نَسْرُحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا قَالُوا يَا رَبِّ نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتَّى نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرَى فَلَمَّا رَأَى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرَكُّوا

(مسلم: کتاب الأمانة، باب فی بیان ان ارواح الشہداء فی الجنة، صفحات ۱۳۵-۱۳۶)

..... مسروق نے کہا: ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن کی اس آیت: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالًا بَلْ أَعْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُزَكُّونَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہداء کی روحیں سبزاڑنے والے قابلوں میں ہیں اور ان کے لیے قنديلیں عرش الہی سے لٹکی ہوئی ہیں؛ وہ جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں اور پھر ان قنديلوں میں آکر بسرا کرتے ہیں؛ ان کی طرف اُن کے رب نے جھانکا اور ارشاد فرمایا کہ کسی اور چیز کی تمہیں خواہش ہے؟ شہداء نے جواب دیا کہ اب ہم کس چیز کی خواہش کر سکتے ہیں جب ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں، مزے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تین بار ان سے یہی دریافت کیا اور شہداء نے دیکھا کہ جب تک وہ کسی خواہش کا اظہار نہ کریں گے اُن کا رب اُن سے برابر پوچھتا رہے گا تو انہوں نے کہا کہ مالک ہماری تمنا یہ ہے کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے اور ہم دوسری باری تیری راہ میں شہید کیے جائیں۔ اب کے مالک نے دیکھ لیا کہ انہیں کسی اور چیز کی خواہش نہیں ہے تو پھر اُن سے پوچھنا چھوڑ دیا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ حدیث لا کر بہت سی باتیں بیان کر دیں:

- ☆ شہید کو نیا اُڑنے والا جسم ملتا ہے، جس میں اُس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس جسم کے ساتھ جنت کے مزوں میں خوش و خرم رہتا ہے؛
- ☆ شہید کا مالک اپنے عرش کے اوپر سے اس پر التفاتِ خسروانہ فرمانے کے بعد گفتگو بھی کرتا ہے اور اپنی خواہشات اور تمناؤں کے اظہار پر اصرار بھی۔ مگر جب وہ یہ آرزو کرتا ہے کہ اُس کی روح کو اُس کے دنیاوی جسم میں واپس لوٹا دیا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر اس کی راہ میں جہاد کر کے شہادت کی سعادت مندی حاصل کرے، تو اس کا مالک اپنی سنت کو نہیں بدلتا اور اُس کی اس خواہش کو بھی پورا نہیں کرتا جس کے اظہار کا خود اُس نے اس سے بار بار تقاضا کیا تھا؛
- ☆ شہید جنت میں زندہ بھی ہے اور اپنے مالک کے پاس کھاتا پیتا بھی ہے۔

بخاری رحمہ اللہ یہی بات ثابت کرنے کے لیے کہ شہداء جنت الفردوس میں زندہ ہیں، حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ لائے ہیں:

بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرِو قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَ هُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَرَفْتُ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي فَإِنْ يَكُ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرُ وَ اخْتَسِبُ وَإِنْ تَكُ

الْآخِرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكَ أَوْ هُبْلَتْ أَوْ جَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ إِنَّهَا جَنَّاتٌ

كَثِيرَةٌ وَأَنَّهُ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ (بخاری: کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۷)

باب غزوہ بدر کے شریک کی فضیلت:..... حمید کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حارثہ (ابن سراقہ) رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن شہید ہو گئے اور وہ ابھی نو، ان ہی تھے۔ ان کی ماں نبی ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ حارثہ میرے لیے کیا تھا! اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کروں گی اور ثواب جان کر؛ اور اگر کسی دوسری جگہ ہے تو آپ ﷺ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں! نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ جنت ایک ہی ہے؟ جنتوں کی تعداد کی تو کثرت ہے اور تمہارا بیٹا (حارثہ رضی اللہ عنہ) تو جنت الفردوس میں ہے۔ اور بخاری کی دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ جنت الفردوس عرش الہی کے نیچے ہے جیسا کہ مسلم کی حدیث سے بھی معلوم ہوا تھا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

..... وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ

(بخاری: کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۳۹۱)

”اور محمد بن فلح اپنے باپ فلح سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس (جنت الفردوس) کے اوپر عرش الرحمن ہے“ نبی ﷺ وفات کے بعد مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرش الہی سے نیچے سب سے بلند و بالا مقام ہے۔ اور اسی بات کی مزید تاکید کے لیے کہ نبی ﷺ کو جنت میں زندہ ہونے کے بجائے جو لوگ مدینہ کی قبر میں زندہ مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، بخاری رضی اللہ عنہ ایک اور حدیث متعدد مقامات پر اپنی کتاب صحیح بخاری میں لائے ہیں:

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ غَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ بِنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فِي رِجَالٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ إِنَّهُ لَمْ يَقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يُرَى مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهِ وَرَأْسُهُ عَلَى فِخْدِي غُشِيَ عَلَيْهِ سَاعَةٌ ثُمَّ أَفَاقَ فَاشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى قُلْتُ إِذَا لَا يَخْتَارُنَا وَ عَلِمْتُ أَنَّهُ الْحَدِيثُ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تِلْكَ آخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمُ بِهَا اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى (بخاری: کتاب الدعوات، جلد ۲، صفحہ ۹۳۹)

باب نبی ﷺ کی دعا:..... سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور بہت سے اہل علم بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کو کبھی بھی وفات نہیں دی جاتی جب تک اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہیں دیا جاتا۔ مقام دکھا دیے جانے کے بعد اس کو انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے (کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے) پس جب آپ ﷺ کا آخری وقت آیا اور اس حال میں کہ آپ ﷺ کا سر میرے زانو پر تھا، آپ ﷺ کو تھوڑی دیر کے لیے غش آ گیا۔ پھر آپ ﷺ ہوش میں آئے اور نگاہیں اوپر چھت کی طرف گاڑ دیں اور کہا: اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى (اے مالک! رفیق اعلیٰ) پس میں نے کہا، یہ کہنے کے بعد آپ ﷺ ہم دنیا والوں (کی رفاقت) کو اختیار نہ کریں گے۔ میں نے جان لیا کہ جو بات آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اس کے صحیح ثابت ہونے کا وقت آ گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلمہ جس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی، یہی کلمہ اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى تھا۔

بخاری رضی اللہ عنہ نے اس طرح واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی ﷺ کو اپنی مدینہ والی قبر میں زندہ مانتے ہیں، وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رفاقت کے بجائے دنیا والوں کی رفاقت کو ترجیح دی تا کہ دنیا والوں کا قبر کے پاس پڑھا ہوا درود سلام سنیں اور اس کا جواب دیں! یہ عقیدہ صرف یہی نہیں کہ باطل ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنی غلط بات ثابت کرنے کے لیے نبی ﷺ کو زندہ درگور تک کر دکھایا ہے۔

اب ان دلائل کے بعد کہ نبی ﷺ اور شہداء اپنی دنیاوی قبر میں زندہ نہیں بلکہ عرش الہی کے نیچے اپنے بہترین گھروں میں زندہ ہیں، یہ کہا جانے لگتا ہے کہ نبی ﷺ اور شہداء کی بات ہی اور ہے، کسی اور کی زندگی کو جنت میں ثابت کیا جائے؟ اس بات کے ثبوت میں بخاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ لائے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ لَمَّا تَوَفَّى إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۳)

..... براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث سے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا جنت میں موجود ہونا، اور ایسے جسم کے ساتھ جو چھاتی سے دودھ کھینچ سکے، اسی طرح ثابت ہوا جیسے گزری ہوئی بخاری کی حدیث سے یہ ثابت ہوا تھا کہ

عمر بن الخزاعی جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا، یہ نہیں کہ دنیاوی قبر کے اندر دودھ پلانے والی مہیا کر دی گئی ہے۔

اب کوئی بتائے کہ نبی و شہداء اور سارے انسان اگر روح کے واپس آ کر مردہ جسم عنصری سے مل جانے کے بعد اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ ہیں تو جنت اور جہنم میں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ کیا دور و حیں ہر انسان کے ہوتی ہیں کہ ایک جنت یا جہنم میں اور دوسری قبر دنیا میں مرے ہوئے جسم کے ساتھ وابستہ رہے؟ یا تھوڑی روح برزخ کے جسم سے وابستہ رہے اور باقی دنیا والی قبر میں آ کر مردہ جسم سے مل جائے اور دونوں جگہ زندگی پیدا کر دے؟

ان ساری صحیح حدیثوں نے بتلادیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب و ثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے۔ قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے ”حضرات“ اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں، ہر مرنے والے کی روح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم قبر میں پھر زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو دونوں کانوں کے درمیان گرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب و راحت کا دور کس پر اور کس طرح گزرے گا؟

تو اللہ کی قدرت اور ان شاء اللہ علی کل شیء قدیر کا سہارا لیا جاتا ہے! سبحان اللہ اللہ کی قدرت سے کس کو انکار ہے، لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت بھی تو ہے، اس کو نظر انداز کر دینا بھی تو ٹھیک نہیں۔

قرآن اور بخاری و مسلم کی احادیث نبوی کے فیصلہ کے برخلاف اب جو یہ کہا جانے لگا ہے کہ روح نکلنے کے بعد اسی دنیاوی قبر کے مردے میں واپس لوٹا دی جاتی ہے اور یہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے، دیکھنے اور سننے لگتا ہے، اور اسی قبر میں اس زندہ ہو جانے والے مردے پر عذاب اور راحت کا پورا دور قیامت تک گزرے گا..... تو یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیث نبوی کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس سے نصوص قرآنی کا انکار اور احادیث نبوی کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر اپنی ان تاویلات کی حمایت میں منکر روایتوں کا پورا زور لا ڈالا جاتا ہے۔

انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان ”حضرات“ کی ایک ایک بات کا جواب دے کر حق کو واضح

کر دیا جائے تاکہ جس کو زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر زندہ رہے اور جسے مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر رہ کر نہ مرے۔ سب سے پہلے اپنی اس بات کے ثبوت میں کہ یہی دنیاوی قبر کا مردہ زندہ ہو جاتا ہے، بخاری کی صحیح حدیث کو پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ دیکھو یہ دفن کیا جانے والا مردہ اپنے دفن کر جانے والے لوگوں کی چاپ سنتا ہے، اس کو اٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے اور سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ مرنے کے بعد ہر مرنے والے کی روح صرف قیامت کے دن ہی اس کے دنیاوی جسم (کو) عجب الذنب پر بنا کر اس میں لوٹائی جائے گی اور چند استثنائی جسموں کے علاوہ، چاہے وہ فرعون جیسے ظالموں کے ہی کیوں نہ ہوں، مٹی سب کو کھا لیتی ہے۔ اب جس کافر کو جلا کر راکھ کر دیا جائے یا صرف اس کے جسم کے بعض ٹکڑوں ہی کو دفن کیا گیا ہو، اس کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا؟ وہ کیسے چاپ سنے گا اور کیسے اس کے کانوں کے درمیان گرز کی چوٹ لگائی جائے گی؟ اور کیا ایک کافر جس کو جلا دیا گیا ہے، قیامت تک اس عذاب سے بچا رہے گا؟ تو جواب نہیں ملتا لیکن بخاری کی حدیث کے غلط معنوں پر اصرار ختم نہیں ہوتا۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَكَيِّتُونَ ۚ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ ۝ (المومنون: ۱۵، ۱۶)

”پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آ کرے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے“ اس آیت سے تو معلوم ہوا کہ ہر مانے والے کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ پھر قیامت سے پہلے مرنے والا اس قبر کے اندر کیسے زندہ ہو جاتا ہے؟ اور اس طرح قبر میں زندہ ہو جانے کے بعد آخر اسے پھر موت کب آتی ہے؟ اور ان تین زندگیوں کے ثبوت میں آخر دلیل کیا ہے؟ تو خاموشی چھا جاتی ہے۔ قرآن کی طرح بخاری کی حدیث بھی یہی بیان کرتی ہے کہ دنیاوی جسم کو مٹی کھا لیتی ہے اور صرف قیامت کے دن عجب الذنب پر یہ جسم عنصری پھر بنے گا اور میدان محشر میں فیصلہ کے لیے حاضر کیا جائے گا:

بَابُ قَوْلِهِ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا زُمْرًا حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَيْتُ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَيْتُ قَالَ ثُمَّ يُنَزِّلُ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبِتُونَ كَمَا يَنْبِتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنْبِ وَمِنْهُ يُرْكَبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (صحیح بخاری: کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۷۳۵)

باب: (اللہ کا فرمان کہ) ”جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تم لوگ فوج در فوج آؤ گے“:

..... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صور کی دو پھونکوں کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ چالیس دن کا وقفہ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں کہہ سکتا۔ پھر کہنے والے نے کہا چالیس مہینوں کا وقفہ؟ کہا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ پوچھنے والے نے پھر کہا کہ کیا چالیس سال کا وقفہ؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا لیکن اس بات کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے) کہ اس وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا اور لوگ اس طرح اگ پڑیں گے جیسے سبزہ اگتا ہے انسان کے جسم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برباد نہ ہو جائے سوائے ایک ہڈی ”عجب الذنب“ کے اور اسی سے جسم انسانی کو پھر بنایا جائے گا۔

آخر جب قیامت سے پہلے روح واپس ہی نہیں لوٹی اور مٹی جسم کو برباد کر دیتی ہے، تو اس دنیاوی قبر کے مردہ سے سوال جواب کیسا؟ اور بغیر روح کے مردہ کا احساس راحت و الم اور اس کی چیخ و پکار کیا معنی؟

مناسب ہوگا کہ بخاری کی جس صحیح حدیث سے یہ معنی نکالے جاتے ہیں اس پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس کی کیا کیا شرحیں کی گئی ہیں۔ پہلی شرح یہ ہے: (۱) دفن کیے جانے والے مردہ کا حساب و کتاب اتنی جلدی شروع ہو جاتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو دفن کر جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سن سکتا تھا یعنی وہ ابھی پلٹ کر اتنی دور بھی نہیں گئے ہوتے ہیں کہ برزخ میں اس کا حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے۔

یہ تشریح اس بنیاد پر ہے کہ مردہ بہر حال مردہ ہے، سننا سنانا اس کے بس کی بات نہیں؛ اسے تو کوئی کچھ بھی نہیں سنا سکتا، جوتیوں کی آواز ہو یا کوئی اور بات، چاہے وہ اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں:

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى (النمل: ۸۰)

”(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے“

إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (فاطر: ۲۲)

”اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے مگر (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں“ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو نہ سنا سکنے کی مجبوری کی تہمت سے اپنی ذات کو پاک کیا ہے؛ دوسرے ضرور مجبور ہیں، وہ قبر کے مردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے۔ اس سے یہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ ہر مردہ کو دفن کر جانے والے لوگوں کی جوتیوں کی چاپ سنا دیتا ہے، بڑی زیادتی ہے۔ حدیث بخاری کی اوپر والی تشریح کہ یہ ادبی زبان اور کنایہ ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(تقریر جنوہی علی مسلم، کوکب الذری: جلد ۱، صفحہ ۲۱۹)

(۲) دوسری شرح جو بخاری کے شارح الزین بن المنیر کی شرح ہے اور جس کو ابن حجر عسقلانی اپنی شرح بخاری ”فتح الباری“ میں اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے لائے ہیں، یہ ہے کہ حدیث میں

الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَ تَوَلَّى وَ ذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى أَنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرَعَ نَعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ

(بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کا معاملہ پورا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے ان کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اس کے پاس آ جاتے ہیں)

سے ان دو فرشتوں کی چاپ سننا مراد ہے جو (برزخ میں) اس کے پاس سوال و جواب کے لیے آتے ہیں۔ الزین بن المنیر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ فرشتے تو دو ہوتے ہیں اور ضمیر جمع ہم ”نعالہم“ استعمال ہوئی ہے، اسے ”نعالہما“ ہونا چاہیے۔ جواب میں کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں؛ تشنیہ (دو) کے لیے جمع کا استعمال عام ہے جیسے قرآن کی آیت ہے:

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا يَا بَنَاتِي إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَوْعُونَ (الشعراء: ۱۵)

”فرمایا ہر گز نہیں! تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے“

اسی طرح بخاری کی حدیث خضر رضی اللہ عنہ میں یہ الفاظ ہیں:

فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمَا أَنْ يَحْمِلُوهُمَا

(بخاری: کتاب العلم، جلد ۱، صفحہ ۲۳، طر ۱۵-۱۶)

”پس گزری ان دونوں (موسیٰ و خضر رضی اللہ عنہما) کے پاس سے ایک کشتی پس انہوں (جمع کا صیغہ)

نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان دونوں کو کشتی پر سوار کر لیں۔

فکلموہم کے ساتھ ساتھ فکلماہم بھی بخاری کی روایت میں ہے۔ مگر حاشیہ پر اور نسخہ

کے طور پر متن میں فکلموہم کو ہی ترجیح دی گئی ہے جو تشنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر حتیٰ أَنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرَعَ نَعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ میں

”نعالہم“ اگر ملکان سے متعلق آیا ہے تو اس ملکان سے پہلے اس کی ضمیر ”ہم“ کیسے آگئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہوتی ہے اور سننے

والے کے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا اور صرف اس کی

ضمیر لے آئی جاتی ہے جیسے قرآن میں ہے:

إِنَّا أَنْشَأْنَهُمْ إِنِشَاءً ۖ فَجَعَلْنَهُمْ أَبْنَاءَ ۙ (الواقعة: ۳۵، ۳۶)

”ہم نے ان (کی بیویوں) کو ایک خاص اٹھان سے اٹھایا ہے اور ہم ان کو رکھیں گے کنواریاں“

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (یس: ۶۹)

”اور ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور یہ ان کے شایان شان بھی نہیں“

اب آخر میں ”فن دینداری“ کے حربے استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ کیا فرشتے جوتیاں پہنتے ہیں؟ زبان وادب میں حقیقت و مجاز کے باب کی وسعت کسے معلوم نہیں۔ اسد اللہ (اللہ کا شیر) کسی مومن کی بہادری اور جرأت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے؛ اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ شیر کے تودم ہوتی ہے اس کی دم کدھر ہے، یا کوئی سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کے معنی اصلی تلوار لے لے تو بہر حال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تو فولاد کے بنے ہوئے تھے اور نہ ان کے دستہ تھا، نہ دھار تھی..... اور فرشتے اگر جوتے بھی پہن لیں تو کیا قیامت آجائے گی؟ جب بخاری اور مسلم کی احادیث میں آگیا کہ فرشتے لباس بھی پہنتے ہیں اور ہتھیار بھی لگاتے ہیں تو آخر جوتیاں پہننے میں کیا بات ایسی ہے کہ اس کی ہنسی اڑائی جائے؟

فرشتوں کا آلات جنگ پہننا:

حَدَّثَنِي ابْنُ رَهِيمٍ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هَذَا جِبْرِيلُ اخْذِ بِرَأْسِ فَرَسِهِ عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ (بخاری: کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۷)

..... ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ یہ ہیں جبریل علیہ السلام اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے اور ان کے اوپر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْأَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَةِ إِيَّاهُمْ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السَّلَاحَ وَاعْتَسَلَ أَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السَّلَاحَ وَاللَّهِ مَا وَضَعْنَاهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ قَالِي أَيْنَ قَالَ هَهُنَا وَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ (بخاری: کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۹)

..... عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ خندق کے محاذ جنگ سے واپس آئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیے لیکن اللہ کی قسم! ہم (فرشتوں) نے ابھی تک نہیں اتارے۔ اُن کی طرف (جنگ کے لیے) نکلے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کس طرف؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اس طرف اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس نبی ﷺ اُس طرف جنگ کے لیے چلے گئے۔

فرشتے جب نبی ﷺ کے علاوہ کسی کو نظر نہ آئے تب ہتھیاروں سے مسلح تھے اور جب جنگ اُحد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دیکھے تو ان کے بدن پر سفید کپڑے تھے؛ بخاری کی حدیث ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ رَهِيمٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيْضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ

(بخاری: کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۸)

..... سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو شخصوں کو دیکھا جو آپ ﷺ کے دفاع میں جنگ کر رہے تھے ان دونوں کے اوپر سفید کپڑے تھے اور وہ شدید جنگ کر رہے تھے؛ میں نے ان کو نہ اس سے پہلے بھی دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا۔

مسلم کی حدیث میں اس بیان کے بعد ان کے نام جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام بھی آئے ہیں۔ (مسلم: کتاب الفضائل، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲) بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ بدر و حنین میں ان کے سروں پر رنگین عمامے تھے۔ کپڑے، ہتھیار، عمامے تو فرشتے پہن سکتے ہیں مگر جوتے نہیں پہن سکتے! برزخ میں انسانوں کے پاس آئیں تو لازم ہے کہ ننگے بدن، ننگے سر اور ننگے پیر آئیں ورنہ اپنے استدلال کے پائے چوبیس کی سخت بے تمکینی کا مداوا مشکل ہو جائے گا!

ان سارے دلائل کے بعد بھی صبر نہیں ہو پاتا اور کہا جانے لگتا ہے کہ فرشتوں کی جوتیوں کی آواز کے کیا معنی؟ وہ اڑ کر آتے ہیں چل کر تو نہیں..... اب اگر بخاری کی حدیث جبریل علیہ السلام کے یہ الفاظ سامنے رکھ دیے جائیں کہ

..... أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذَا أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي.....

(بخاری: کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ لقمان، جلد ۲، صفحہ ۷۰۴)

”رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے ساتھ کھلے بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک صاحب (جبریل علیہ السلام) چلتے ہوئے آئے“

تو کیا کریں گے؟

بخاری کی اس زیر نظر حدیث کی تیسری شرح ان لوگوں سے منقول ہے جو قرآن اور حدیث کے فیصلہ کے بعد بھی اس بات پر مصر ہیں کہ دنیاوی قبر کا مردہ روح کی واپسی کے بعد پھر زندہ ہو جاتا ہے اور اسی مردہ سے سوال و جواب ہوتا ہے اور اس کے بعد اسی پر عذاب و راحت کا قیامت تک کا دور گزرتا ہے۔ اور اس بات کے ثبوت میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے

منسوب زاذان کی اس روایت کو دلیل بناتے ہیں جس کو اہل علم نے منکر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کے اصل راوی زاذان میں شیعیت ہے اور وہ اپنے مخصوص عقیدہ کو روایت کی شکل میں لے آیا ہے (اس روایت پر تفصیلی بحث ہماری کتاب ”یہ مزار یہ میلے“ اور ”ایمان خالص قسط دوم“ میں موجود ہے) حالانکہ بخاری کی اس صحیح حدیث کی دو اور شرحیں بھی ہیں جو نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ سے نہیں ٹکراتیں لیکن کیا جائے پسند بہر حال اپنی پسند ہوا کرتی ہے۔ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن انسان زندہ ہوگا:

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ۚ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ (المؤمنون: ۱۵، ۱۶)

”پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آئے گی اور اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے“ تو پھر آخر قبر کا مردہ قیامت سے پہلے قبر میں کیسے زندہ ہو جاتا ہے؟ تو جواب نہیں ملتا۔ پوچھا جائے کہ

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ مُمِيتَكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (البقرة: ۲۸)

”تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا فرمائی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے“

سورۃ البقرۃ کی اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ زندگیاں تو صرف دو ہیں: آخر قبر دنیا کی یہ تیسری زندگی آپ کہاں سے لے آئے؟ تو چپ ہو جاتے ہیں اور بس۔ عرض کیا جائے کہ سورۃ المؤمن میں ہے کہ قیامت کے فیصلہ کے وقت:

قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا أَثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ (المومن: ۱۱)

”کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے واقعی ہمیں دو مرتبہ موت اور دو دفعہ زندگی دے دی۔ اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے“

تو بتائیے کہ دو زندگیوں اور دو موتوں کے بعد یہ تیسری زندگی اور تیسری موت کیسی؟ اس پر سنبھل کر ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو کیا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مردہ کو گائے کے ٹکڑے سے مار کر زندہ نہیں کیا گیا؟ کیا عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ نہیں کر دیا کرتے تھے؟ اس شخص کی لاش کو جلا کر رکھا کہ کو کیا اللہ تعالیٰ نے جمع کر کے زندہ نہیں کیا جس نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ اس کی لاش کو جلا کر رکھا کہ سمندر میں بہا دیں؟ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ تین زندگیاں اور تین موتیں ہوتی ہیں؟..... کہا جائے کہ یہ تو انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اللہ کی کرشمہ کاری کی نشانیاں ہیں، تو سر ہلنے لگتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ روح کا تھوڑا سا

تعلق اس قبر والے مردہ جسم سے بہر حال باقی رہتا ہے۔ پوچھا جائے کہ پھر قرآن کے اس فرمان کا کیا ہوگا کہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں، ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے:

أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ (النحل: ۲۱)

”مردے ہیں جان کی رمق تک نہیں ہے“

اور

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ بِرَّحْمَتِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المؤمنون: ۱۰۰)

”اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک“

قرآن کی ان آیتوں کی وضاحت کے بعد مردہ بدن سے جان کا تھوڑا سا تعلق بھی کیا معنی؟ تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ یاد دلایا جائے کہ قرآن تو کہتا ہے کہ کفار کے یہ کہنے کہ جب ہم مر کر مٹی بن جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو پھر ہمیں کون بنا کر زندہ کرے گا؟ (بنی اسرائیل: ۴۹، ۵۰) کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہی جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا اور یہ بھی کہ مٹی انسان کے جسم میں سے جو کچھ کھاتی ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے (ق: ۴)۔ مزید برآں بخاری اور مسلم کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے، بیان کرتی ہے کہ ”عجب الذنب“ کے علاوہ مٹی جسم انسانی کی ہر چیز کو برباد کر دیتی ہے۔ اب بتایا جائے کہ قرآن و حدیث کی اس کھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبر دنیا کے مردہ پر عذاب و راحت کا دور کیسے گزرے گا؟ کافر گرز کی مار کے بعد کیسے چنٹا رہے گا؟ کان کہاں ہوں گے جو زیارت کرنے والے کا سلام سنیں؟ اور زبان کہاں ہوگی کہ جواب دے؟ آنکھیں کس طرح دیکھیں گی؟ اور گھر والوں کے اعمال کس کے اوپر پیش کیے جائیں گے؟ اور یہ جو بڑے بڑے مشہور ”حضرات“ اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے مثلاً امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہ؛ (ہماری کتاب کے آخر میں فتاویٰ ملاحظہ فرمائیے)، ان کی حمایت میں آپ کے پاس دلیل کیا ہے؟ تو دلیل سامنے نہیں آتی اور قلب بدر کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے!

قلب بدر

قلب بدر کے واقعہ کی پوری تفصیل ہماری کتاب ”یہ مزار یہ میلے“ میں موجود ہے جہاں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور اس واقعہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صرف دو رائے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا سننے سے علم مراد لیتی ہیں اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہر مردہ کو زندہ کر کے سننے والا بنا دیا جاتا ہے، یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ نہیں تھا۔

مگر لوگوں نے کس ”خوبصورتی“ کے ساتھ خاص کو عام بنا کر اپنی من مانی بات ثابت کرنے کی راہ نکال لی! اگر قلب بدر کے کفار زندہ ہو گئے، سننے لگے، تو پھر ان کو موت کب آئے گی؟ اور کیا ان کو تین زندگیوں اور تین موتوں سے سابقہ پیش آئے گا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ بخاری کی درج ذیل حدیث کا کیا جواب ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ أَنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى يَهُودِيَةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۷۲)

..... عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ (عورت) پر گزرے (قبر پر نہیں)۔ اس پر اس کے گھر والے رورہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رورہے اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

اور مسلم میں یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور لوگ اس یہودی کے اوپر رورہے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ رورہے ہیں اور اُسے عذاب ہو رہا ہے۔

(مسلم: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۳۰۳)

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی، زمین کے اوپر تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس یہودی عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دنیاوی نہیں۔ اور یہی بات مسلم کی مذکورہ حدیث بھی ثابت کرتی ہے۔

كَلَامُ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ (مردہ کا کلام جنازہ پر):

بخاری کی اس زیر بحث حدیث کے بعد انہی کی دوسری حدیث کو لا کر کہا جاتا ہے کہ دیکھو مردہ جب کاندھے پر اٹھایا جاتا ہے تو بولنے لگتا ہے: نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو! اور برا ہے تو چیختا ہے کہ ہائے ہائے کہاں لیے جا رہے ہو..... ارے بھائی اس حدیث میں تو صاف آ گیا کہ یہ مردہ ہے، زندہ نہیں، تو پھر اس سے زندگی کا اثبات کیسا؟ رہا اس کا بولنا، تو قرآن کے متشابہات کی طرح اس حدیث کی بھی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں ہے: کوئی کہتا ہے کہ روح بولتی ہے؛ کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے..... بہر حال یہ مردہ، مردہ ہی ہے، زندہ نہیں۔ بخاری نے بھی مذکورہ باب باندھ کر بتلادیا کہ وہ اس کو مردہ ہی مانتے ہیں، بولنے والا زندہ نہیں۔

مزید گزارش کی جائے کہ دنیاوی زندگی کی ایسی دلیل سے فائدہ؟ جب آپ کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ دفن کیے جانے کے بعد ہی مردہ میں جان ڈالی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو کر دفن کر جانے والوں کے قدموں کی چاپ سننے لگتا ہے..... تو پھر دفن کرنے سے پہلے ہی زندہ ہو جانے کو دلیل بنانا آپ کے لیے تو مناسب نہیں ہے؟ تو سنی ان سنی کر دی جاتی ہے اور

دوقبروں پر ٹہنیوں کا لگایا جانا:

ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے کہ بخاری کی یہ بھی تو حدیث ہے کہ نبی ﷺ دو مومنوں کی قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور بڑی باتوں پر نہیں (بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں): ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا ادھر کی سنی ادھر کہتا پھرتا تھا؛ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک ہری شاخ منگوائی اور دو حصے کر کے ایک ایک حصہ قبروں پر لگا دیا اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب میں کمی رکھے گا۔ اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ جن قبروں پر ٹہنیاں لگائی گئیں تھیں، انہیں قبروں کے اندر ان دونوں مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا۔

اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح واپس نہیں آ سکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب و راحت بے معنی ہیں۔ اس طرح صحیح حدیث کے غلط معنی لے کر قرآن و حدیث کو جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اصلی بات یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے اس عمل سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں اسی بات کو راسخ کرنا چاہتے تھے جس کو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خطاب کر کے یوں ارشاد فرمایا تھا:

يَا عَائِشَةُ أَيَّاكَ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوبِ فَإِنَّ لَهَا مِنْ اللَّهِ طَالِبًا

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الذنوب)

”اے عائشہ! حقیر سمجھے جانے والے گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ کی طرف سے

فرشتے ان کو بھی لکھتے رہتے ہیں“

آپ ﷺ اپنے اس عمل سے اسی بات کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ کر دینا چاہتے تھے جیسے ایک لکچر دینے والا اپنی زبان سے ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تختہ سیاہ پر بھی اسی کو لکھتا جاتا ہے تاکہ کان کا سنا اور آنکھ کا دیکھا دونوں یاد رہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دو شاخیں لگا کر جو یہ کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان

پر عذاب میں تخفیف کی جاتی رہے گی، تو آپ ﷺ کی یہ سنت تھی کہ اگر تعلیم و تربیت کے پیش نظر کسی مومن کے خلاف آپ ﷺ کوئی بات کرتے تو کسی نہ کسی طرح اسے نفع پہنچا کر اس کی تلافی بھی کر دیتے۔ یہ دعا بھی اسی طرح کی ہے۔

رہا یہ سوال کہ شاخیں دنیاوی قبروں پر کیوں لگائیں؟ تو ان دنیاوی قبروں پر اس لیے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لیجا کر ان کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا؛ صرف یہ بتانا تھا کہ ان قبروں میں جو مردے دفن کیے گئے تھے، ان پر برزخ میں یہ حالات گزر رہے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطلاع غیب اور رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا۔ اب اس حدیث کی من مانی تشریح کر کے اس سے یہ نکالنا کہ انہی دنیاوی قبروں میں دنیاوی جسموں پر عذاب ہو رہا تھا، بڑی جسارت ہے اور نبی ﷺ پر کتاب اللہ کے جھٹلانے کا غلط الزام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد ﷺ کتاب اللہ کی تبیین، تشریح اور تائید کے لیے بھیجے گئے تھے، اس کو جھٹلانے کے لیے تو نہیں:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (النحل: ۴۴)
”اور ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر نازل کیا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اس کی تشریح اور توضیح کرتے جائیں جو ان کے لیے اتارا گیا ہے اور لوگ غور و فکر کریں“

اسی طرح بعض انتہائی ہوشیار لوگ بریدۃ الاسلامی ﷺ کی وصیت پیش کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قبر میں کھجور کی دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی تھی۔ بخاری رحمہ اللہ باب ”الْجَرِيدُ عَلَى الْقَبْرِ“ لا کر بتلاتے ہیں کہ ان کی یہ بات وصیت کے وقت کی ہے ورنہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ دیکھا تو حکم دیا:

يَا غُلَامُ انْزِعْهُ فَإِنَّمَا يَظْلُهُ عَمَلُهُ (بخاری: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۱)

”اے لڑکے! خیمہ ہٹا دے، ان کے اوپر تو صرف ان کا عمل سایہ کرے گا (خیمہ یا شاخ نہیں)“

قبر کی وسعت و تنگی:

اسی طرح قرع نعال کی بخاری کی حدیث میں قنادۃ رحمہ اللہ کا یہ اضافہ کہ

وَذُكِّرْنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ

”ہم سے ذکر کیا گیا کہ اس کی (مومن کی) قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے“

سے یہی دنیاوی قبر مراد لینا صحیح نہیں ہے؛ اس زمین کے حدود اربعہ میں اس تغیر کی گنجائش کہاں! اس مسئلہ کی مزید تفصیل ترمذی کی روایت کے سلسلے میں آگے آئیگی۔

بخاری کی حدیثوں کے بعد مسلم کی حدیثوں کو بھی اپنے غلط عقیدے کے ثبوت میں استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ چند مشرکوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ کا خچر بدکا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ قبریں کن لوگوں کی ہیں؟ بتایا گیا کہ مشرکوں کی..... اس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے کہ ان مشرکوں پر ان کی انہی دنیاوی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اور وہ چیخ و پکار کر رہے تھے، اسی شور کی وجہ سے خچر بدکا تھا۔ کتنے خچر گھوڑے اور گدھے آج بھی قبرستانوں میں چرتے رہتے ہیں، ایک نہیں بدکتا۔ دراصل یہ نبی ﷺ کا معجزہ تھا کیونکہ اللہ غیب کی باتوں کا اظہار اور اس کی اطلاع صرف اپنے رسولوں کو دیتا کسی اور کو نہیں:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ (آل عمران: ۱۷۹)
”اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے، (غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو) اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے“

اور

عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبٍ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ (البجن: ۲۶)

”اللہ عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب کا کسی پر بھی اظہار نہیں کرتا سوائے اپنے اس رسول کے جس کو وہ پسند کرے“

نبی ﷺ کے معجزہ کو ایک معمول بنا کر اپنے عقیدے کے ثبوت میں پیش کرنا بلا کی چابکدستی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاص واقعہ کے ظہور کے ذریعہ، نبی ﷺ کی زبان سے، اسی طرح کفار پر برزخی عذاب کی حقانیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں محفوظ فرما دیا جیسے دو مومنوں کی قبروں پر شاخیں لگا کر محفوظ فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے اور مواقع بھی بہم پہنچائے ہیں تاکہ نبی ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم کی توجہ اس کی طرف مبذول کر کے غیب کی حقیقتوں کو ان پر واضح فرمادیں۔ جیسے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک زور کے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ نبی ﷺ نے پوچھا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خبر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس پتھر کی آواز ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور وہ اب اس کی تہہ میں پہنچ کر ٹکرایا ہے اور تم لوگوں نے اس کی آواز سنی ہے۔ (مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعمھا و اھلھا، جلد ۲، صفحہ ۳۸۱)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے معجزہ کے طور پر آپ ﷺ کے صحابہ کو بھی جہنم کے قعر میں پتھر کے گرنے کی آواز سنوادی۔ لیکن معجزہ بہر حال معجزہ ہوتا ہے، معمول نہیں۔ جس طرح اس واقعہ سے یہ نکالنا کہ جہنم کی آواز بغیر معجزہ کے بھی سنی جاسکتی ہے اور جہنم کہیں قریب ہی ہے، صحیح نہیں؛ اسی طرح نجر کے بدکنے سے یہ نکالنا بھی صحیح نہیں کہ انہی دنیاوی قبروں کے عذاب اور عذاب والوں کی چیخ و پکار سے وہ بدکا تھا۔

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

مسلم کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے جس میں یہ ہے کہ عمر بن العاص رضی اللہ عنہ پر جب سکرات موت کا عالم طاری تھا (وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ) تو انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔ الفاظ یہ ہیں:

ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِى قَدْرَ مَا يَنْحَرُ جُزُورٌ وَيُقَسَّمْ لَحْمُهَا حَتَّى اسْتَأْنَسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أَرَا جَعَلَ بِهِ رَسُولُ رَبِّى (مسلم: کتاب الایمان، جلد ۱)

یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ ہیں۔ ایسے وقت کی بات، جب آدمی اپنے آپ میں نہ ہو، قرآن اور حدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے؟ خود نبی ﷺ کے واقعہ قرطاس کو نگاہ میں رکھنا مناسب ہے: بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن جب آپ ﷺ پر بیماری کی شدت تھی، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤ میں تمہارے لیے وہ لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو؛ تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، نے کہا کہ آپ ﷺ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پریشانی کی کیفیت طاری ہے؛ اسی کے زیر اثر آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں، اس لیے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ الفاظ یہ ہیں: أَهْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(نسخۃ البخاری: جلد ۲ صفحہ ۶۳۸، حاشیہ ۳ و فی بعضها اہجر من باب الافعال یعنی اہجر)

لے اللہ کا شکر ہے کہ بخاری رحمہ اللہ نے یہ بات لا کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن ان سارے لوگوں کا منہ بند کر دیا جو کہتے کہ عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے منکر حدیث ہیں اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی ان کی بات ماننے کے بجائے اپنی چلاتے تھے۔ بخاری رحمہ اللہ نے دکھا دیا کہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ایک علت کی وجہ سے تھا جیسے نبی ﷺ کے اس حکم پر کہ مشرکوں کا اصرار ہے کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے اور حدیبیہ کے اس صلح نامہ میں محمد رسول اللہ ﷺ نہ لکھا جائے، علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ میں لکھنے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ان کے اور بہت سے موافقات میں سے ایک موافقت شمار کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ جس معاملہ میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں ایسی بات ہو سکتی ہے

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نہیں لکھوا لینا چاہیے۔ اس طرح آوازیں بلند ہوئیں اور نبی ﷺ نے اپنے پاس سے اٹھ جانے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ چار دن اور حیات رہے لیکن پھر آپ ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ اس طرح عمر رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح ثابت ہوا۔ وفات سے چار دن پہلے جب نبی ﷺ پر بیماری کی وجہ سے نحرانی کیفیت طاری ہو سکتی ہے تو کیا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر اُس وقت جب کہ وہ عین سکرات کی حالت میں ہوں، طاری نہیں ہو سکتی اور وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتے کہ اگر پورے ہوش و حواس میں ہوتے تو کبھی نہ کہتے؟ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ ان کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں نے ان کی وصیت پر عمل بھی کیا، تب تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور العاص رضی اللہ عنہ دوسرے لوگوں کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ قبر میں دفن ہونے کے بعد عمر بن العاص رضی اللہ عنہ پھر زندہ ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

مزید برآں مسلم کی اس روایت کے متن اور سند دونوں پر کلام ہے: متن میں ہے کہ دفن کرنے کے بعد تم میری قبر پر مٹی ڈالو اور اتنی دیر کھڑے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کر کے اللہ کی طرف سے آنے والے فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں۔ اس بات میں پورے قرآن کی نفی ہے۔ قرآن کے لحاظ سے دفن کیے جانے والے مردے میں نہ تو زندگی ہوتی ہے اور نہ احساس۔ سند کے لحاظ سے اس روایت میں ابو عاصم (النیل) ضحاک بن مخلد ہے جس کو عقیلی اپنی کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ابو العباس نباتی نے یحییٰ بن سعید القطان کا قول پیش کر کے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔ (الضعفاء للعقیلی: ورق ۱۷۱/ میزان الاعتدال: الجزء الثانی، صفحہ ۲۲۵) موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں صلوٰۃ ادا کرنا:

مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دیکھا:

مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى لَيْلَةَ أُسْرَى بِي عِنْدَ الْكَنْثَبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ (مسلم: کتاب الفضائل، جلد ۲، صفحہ ۲۶۸)

”میں نے فرمایا کہ میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کی اس قبر پر سے گزرا جو سرخ رنگ کے لیلے کے قریب ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے صلوٰۃ ادا کر رہے تھے“

اس حدیث سے قبر کے شیدائیوں نے ”قبر میں زندگی“ کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دیکھا اور بعد میں ان کی امامت کر کے صلوٰۃ پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادا نرالی ہے! صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے ہی سے ان کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں مانتے؟ ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔

مزید برآں یہ ”حضرات“ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام محمد ﷺ سے بھی پہلے، براق اور جبریل علیہ السلام کی رفاقت کے بغیر ہی، آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاء علیہم السلام ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے! اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو امام بن کر صلوٰۃ پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے بھی دیکھا، پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان کیوں نہ پائے؟ اور ہر مرتبہ جبریل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ مَنْ هَذَا يَا جِبْرِئِيلُ (یہ کون صاحب ہیں اے جبریل؟) اور جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ هَذَا آدَمُ (یہ آدم علیہ السلام ہیں) هَذَا عِيسَىٰ (یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں)، هَذَا مُوسَىٰ (یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں)، هَذَا اِبْرَاهِيْمُ (یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں)۔ (بخاری: کتاب الانبیاء، جلد ۱، صفحات ۴۷۰-۴۷۱، حدیث معراج عن ابی ذر رضی اللہ عنہ / مسلم: کتاب الایمان، جلد ۱، صفحات ۹۲-۹۳)

تو جواب میں چپ سادھ لی جاتی ہے!

دراصل معراج کی رات پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء علیہم السلام کو دکھایا گیا، ان کو ان کی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل و صورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا؛ وہ آسمانوں سے اتر کر نیچے نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے، ورنہ یہاں ان کو دیکھ کر جب نبی ﷺ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبریل علیہ السلام سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ مزید برآں نبی ﷺ نے اوپر آسمانوں میں جا کر انبیاء سے ملاقات کی تھی، نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاء کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔ قبر والوں کے لیے نبی ﷺ کی دعا:

مسلم کی ایک اور روایت لائی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر صلوٰۃ ادا فرمائی اور کہا کہ ان قبروں کے اندھیروں کو اللہ تعالیٰ میری دعا سے نورانی کر دیتا ہے۔ الفاظ یوں ہیں:

اِنَّ هٰذَا الْقُبُوْرَ مَمْلُوْةٌ ظُلْمَةً عَلٰی اَهْلِهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا بِصَلَاتِنِیْ عَلَیْهِمْ

(مسلم: کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحات ۳۰۹-۳۱۰)

اگر اس سے یہی دنیاوی قبر مراد لی جائے تو پھر تو ایک ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں، کوئی نیک کوئی بد؛ ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر اصل بات یعنی برزخ کی قبر مان لی جائے تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

غرض ہر صحیح روایت کے مختلف معنوں میں سے صرف اپنے پسندیدہ معنی لے کر لوگوں نے دنیاوی قبر میں مردہ کو زندہ کر دکھایا ہے۔ یہ ان ”حضرات“ کا کمال ضرور ہے لیکن افسوس یہ نہ دیکھا کہ اس طرح نصوص قرآنی اور واضح ارشادات نبوی ﷺ کا جوا نکار لازم آئے گا، اس کا علاج کیا ہوگا؟ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہی ”حضرات“ جو امام احمد بن حنبل کی اس بات کو صحیح مانتے ہیں کہ ملک الموت کے روح کو قبض کرنے کے بعد اسی قبر کے مردہ کے جسم میں لوٹا بھی دیا جاتا ہے اور وہ پھر زندہ ہو جاتا ہے، دوران گفتگو یہ بھی کہنے لگتے ہیں کہ نیک انسانوں کی رُوحیں علیین میں اور برے لوگوں کی سنجین میں رکھی جاتی ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس تضاد بیانی کے مرتکب ہو رہے ہیں! رُوحیں اگر قبض کرنے کے بعد مرنے والوں کے جسموں میں پھر لوٹا دی گئیں تو اب رُوحیں بچی کہاں کہ علیین اور سنجین میں رکھی جائیں؟ پھر اگر کہا جائے کہ علیین اور سنجین رُوحوں کے رہنے کی جگہیں نہیں بلکہ نیکو کاروں اور بدکاروں کے اعمال ناموں کے دفتر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَلَّا اِنْ كُنْتَ الْفَجَّارَ لَفِیْ سَجِیْنٍ ۚ وَمَا اَدْرٰیكَ مَا سَجِیْنٌ ۚ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۚ (المطففین: ۹ تا ۱۱)

”ہرگز نہیں! فاجروں کے اعمال نامہ سنجین میں ہیں۔ اور تم کیا جانو کہ سنجین کیا ہے؟ وہ

ایک کتاب ہے لکھی ہوئی“

كَلَّا اِنْ كُنْتَ الْاَبْرَارَ لَفِیْ عَلِیْنٍ ۚ وَمَا اَدْرٰیكَ مَا عَلِیْنٌ ۚ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۚ یَشْهَدُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ (المطففین: ۱۸ تا ۲۱)

(المطففین: ۱۸ تا ۲۱)

”ہرگز نہیں! بے شک نیکو کاروں کے اعمال نامہ علیین میں ہیں۔ اور تم کیا جانو علیین کیا

ہے؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ اس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں“

تو منہ دیکھنے لگ جاتے ہیں گویا یہ بات پہلی مرتبہ آج ہی سنی ہے!

قرآن کی اس بات کے انکار کی جرأت نہ پا کر دوسری آیت کو پیش کیا جانے لگتا ہے کہ دیکھو سورۃ الاعراف میں ہے کہ ان لوگوں کے لیے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے

استکبار کرتے ہیں، آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے؛ ثابت ہوا کہ ان کی روحمیں دنیا ہی میں رہتی ہیں، جواب میں کہا جائے کہ یہ قرآن کا دیباچہ زبان ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال، ان کی دعاؤں اور خود ان کی ہرگز پذیرائی نہ ہوگی اور وہ کبھی جنت میں داخل نہ کیے جائیں گے؛ تو یقین نہیں آتا! اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ چلیے مانا کہ روحمیں یہیں دنیا میں رہتی ہیں، لیکن قرآن کا ارشاد ہے کہ قیامت سے پہلے یہ اپنے جسموں میں واپس نہیں جاسکتیں، تو کیا اس دنیا میں بھٹکا کرتی ہیں؟ اور ان لوگوں کا عقیدہ آپ کے خیال میں درست ہے جو بدروحوں کی ایذا رسانی کے قائل اور بھوت پریت کے ماننے والے ہیں؟ تب بھی ہامی نہیں بھری جاتی اور یکا یک رخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ اچھا قبر میں مردہ سے نبی ﷺ کی شبیہ دکھا کر جو یہ پوچھا جاتا ہے: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ (کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا)، یہ معاملہ کیا ہے؟ کیا یہ اشارہ قریب اور مردہ سے خطاب کا انداز نہیں ہے؟ پس ثابت ہوا کہ یہ مردہ بھی دنیاوی قبر میں زندہ اور نبی ﷺ کی شبیہ بھی فرشتوں کے پاس موجود؛ شبیہ کو نہ مانا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ مردہ کے لیے کشف کا انتظام ہوتا ہے اور وہ نبی ﷺ کو اپنی قبر سے دیکھتا ہے؛ تب ہی تو جواب دیتا ہے۔ کہا جائے کہ یہ بات میت سے فرشتے کہتے ضرور ہیں مگر اس دنیاوی قبر کے بجائے عالم برزخ میں، اور ہذا کا اشارہ مجاز ہے، اس سے مراد عہد ذہنی ہے جیسے شام میں نبی ﷺ کے دعوتی فرمان کے ملنے کے بعد ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو بلوا کر ہرقل نے کہا تھا کہ:

إِنِّي سَأَلْتُ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ (بخاری: کتاب بدء الوحی، جلد ۱، صفحہ ۴)

”میں اس (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) سے اس شخص کے بارے میں سوال کروں گا“

حالانکہ نبی ﷺ وہاں سے سینکڑوں میل دور مدینہ میں تھے۔ رہا شبیہ اور کشف کا معاملہ تو اس کی کوئی اصل نہیں، تو برا مان جاتے ہیں۔

آخر میں ترمذی کی ایک موضوع (گھڑی ہوئی) روایت لا کر اپنی طرف سے گویا اتمام حجت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ وہ روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ وَهُوَ ابْنُ مَدُونٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَرَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْوَصَافِيُّ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُصَلًّا فَرَأَى نَاسًا كَانَهُمْ يَكْثُرُونَ قَالَ أَمَّا أَنْكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَازِمِ اللَّذَاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أَرَى فَاكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ هَازِمِ اللَّذَاتِ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ

عَلَى الْقَبْرِ يَوْمَ الْآلَا تَكَلَّمُ فِيهِ فَيَقُولُ أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَأَنَا بَيْتُ الشَّرَابِ وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ فَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَأَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَى فَإِذَا وَلَيْتَكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرِي صَنِيعِي بِكَ قَالَ فَيَتَسَّعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَلَا أَهْلًا أَمَا إِنْ كُنْتَ لَا بُغْضَ مِنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَى فَإِذَا وَلَيْتَكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ فَسَتَرِي صَنِيعِي بِكَ قَالَ فَيَلْتَمِسُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفُ أَضْلَاعُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَصَابِعِهِ فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَبِّضُ اللَّهُ لَهُ سَبْعِينَ تَنِينًا لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتْ الدُّنْيَا فَيَنْهَشُنَّهُ وَيَخْدَشُنَّهُ حَتَّى يُفْضِي بِهِ إِلَى الْحِسَابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفْرِ النَّارِ [قَالَ أَبُو عِيْسَى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ] (ترمذی: کتاب صفۃ القیامۃ، جلد ۲، صفحہ ۶۹)

..... عطیہ روایت کرتا ہے کہ ابوسعید (یعنی محمد بن السائب کلبی، ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ کے لیے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرو تو وہ تم کو اس کیفیت سے باز رکھے جس میں تم کو مبتلا پارہا ہوں۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں قبریہ نہ کہتی ہو کہ میں پردیس کا گھر ہوں، میں تمہاری کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں؛ اور جب قبر میں مومن کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو خوش آمدید کہتی ہے اور کہتی ہے کہ تو میرے نزدیک بہت ہی محبوب تھا ان لوگوں میں سے، جو میری پیٹھ پر چلتے تھے؛ اب کہ تو میری آغوش میں آیا اور میرے قبضہ و اختیار میں ہے، دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کس بھلائی کا سلوک کرتی ہوں۔ پھر کہا گیا کہ قبر اس مومن بندے کے لیے حدنگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف سے ایک دروازہ اس قبر میں کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب ایک فاجر اور کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا ”نا مبارک ونا پسند“ تو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں، سب سے برا تھا؛ پس اب کہ تو میرے قبضہ میں آ ہی گیا ہے تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا برا سلوک کرتی ہوں۔ کہا گیا کہ اب یہ قبر اس کو دباتی اور بھینچتی ہے یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں داخل ہو جاتی ہیں، پھر ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتایا کہ اس طرح؛ پھر اس پر ایسے ستر

وہ اسے حفظ کر لیتا اور ”الکلبی“ کی کنیت جو اس نے اپنی طرف سے ابوسعید رکھ لی تھی، اس سے روایت کر دیتا اور کہتا کہ مجھ سے ابوسعید نے روایت کی اور لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا کہ یہ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حالانکہ اس سے مراد ”الکلبی“ ہوتا۔ اس سے حدیث لکھنا حلال نہیں الا یہ کہ کوئی عجائب و غرائب بیان کرنا چاہے۔ ابوبکر المزہار نے کہا کہ وہ شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۷، صفحات ۲۲۳-۲۲۶)

محمد بن السائب ”الکلبی“:

عطیہ کے بعد اس کے استاد محمد بن السائب ”الکلبی“ کا حال سنئے جس کو اس نے ابو سعید کی کنیت سے نوازا تھا۔ معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں: ایک ان میں سے الکلبی ہے۔ اور انہی سلیمان سے لیث بن ابی سلیم نے روایت کی کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں: ایک الکلبی اور دوسرا السدی (یعنی محمد بن مردان جس کی مشہور روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے)۔ الزائدہ نے کہا کہ میں ”الکلبی“ کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بیمار ہوا اور جو کچھ مجھے یاد تھا سب بھول گیا۔ پس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا: انہوں نے میرے منہ میں تھوکا اور بھولا ہوا سب مجھے یاد آ گیا۔ اس بات پر میں نے اسے ترک کر دیا۔ ابو جزء نے کہا کہ ”الکلبی“ کافر ہے؛ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے اٹھ گئے اور علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بیٹھ گئے تو جبریل علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ پر وحی نازل کر دی۔ یزید بن زریع نے کہا کہ میں نے اس سے یہ بات تو نہیں سنی لیکن میں نے اسے سینہ کو بی (ماتم) کرتے ہوئے ضرور دیکھا ہے؛ وہ کہتا جاتا تھا کہ میں سبائی ہوں، میں سبائی ہوں۔ عقلی کہتے ہیں کہ سبائی روافض کی وہ شاخ ہیں جو عبداللہ بن سبا کی پیروی کرتے ہیں۔ جو رجائی نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے۔ الساجی کہتے ہیں کہ وہ ثمالی شیعہ تھا۔ (تہذیب التہذیب: جلد ۹، صفحات ۱۷۸-۱۸۰)

اب عطیہ اور اس کے استاد، جعلی ابوسعید ”الکلبی“ کی اس روایت سے یہ استدلال کہ قبر کے دو گز زمینی گڑھے میں روح پھر واپس آ جاتی ہے اور مردہ زندہ ہو کر دیکھنے، سننے اور بھنے لگتا ہے؛ مومن ہے تو اس کی قبر کے حدود اربعہ میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے:

اٹھ دھے مسلط کر دیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک اٹھ دھاز میں پھینکا مار دے تو جب تک دنیا باقی ہے زمین کوئی چیز بھی نہ اگا پائے۔ یہ اٹھ دھے اس کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اسے حساب کے لیے لے جایا جائے گا۔ پھر راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (ترمذی کہتے ہیں کہ یہ روایت غریب ہے اور اس سند کے علاوہ دوسری سند مجھے معلوم نہیں)۔

اس روایت کو پیش کرنے والے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کو اگر صحیح مان لیا جائے تو یہ ان کی اپنی بات کی تائید کرنے کے بجائے مخالف رائے رکھنے والوں کی بات کو صحیح بتاتی ہے۔ روایت کے آخری حصہ میں ہے کہ فجار اور کفار پر شتر اٹھ دھے مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اس کو ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر کچھ بھی نہ اگے۔ اب دیکھیے کہ اس زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں اور ان میں کتنے اٹھ دھے ہوں گے جو مردہ کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے، پھنکار مارنا تو معمولی بات ہے، پھر بھی زمین پر سبزہ بھی اگتا ہے اور درخت بھی۔ معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہو سکتا کہیں اور ہوگا۔

اس کے بعد ذرا اس روایت کی سند پر بھی نظر ڈال لیجیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسعید روایت کرتے ہیں اور ابوسعید سے عطیہ (بن سعد بن جنادہ)، جیسا کہ عربی متن سے صاف ظاہر ہے۔ اب اس عطیہ کا جو ابوسعید کہہ کر روایت کرتا ہے، حال ملاحظہ فرمایا جائے۔

عطیہ بن سعد بن جنادہ:

امام مسلم کہتے ہیں کہ احمد نے عطیہ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ضعیف ہے اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عطیہ ”الکلبی“ کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے تفسیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا اور ”الکلبی“ کی کنیت اس نے اپنی طرف سے ابوسعید مقرر کر لی تھی اور اس سے سنی ہوئی بات کے متعلق کہتا تھا کہ مجھ سے ابوسعید نے حدیث بیان کی۔ ابواحمد الزبیری کہتے ہیں کہ میں نے ”الکلبی“ کو کہتے ہوئے سنا کہ عطیہ نے میری کنیت ابوسعید رکھ لی ہے۔ وہ اہل کوفہ کے شیعوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ عطیہ نے ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں لیکن جب ان کی وفات ہو گئی تو وہ ”الکلبی“ کی مجلسوں میں بیٹھنے لگا، اور اپنی ساری صفات کے ساتھ، پھر جب ”الکلبی“ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا (حالانکہ الکلبی سبائی نہیں تھا، اس کی شیعیت کا بیان اور اس کی صفات کا ذکر آگے آ رہا ہے) تو

یہ قبر حد نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے، جنت کی کھڑکی اس میں کھل جاتی ہے؛ اور اگر فاجر اور کافر ہے تو یہی قبر دباتی ہے: یہاں تک کہ دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں، اور ستر زہریلے اژدھے مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے اور بھنبھوڑتے رہیں گے، اور ہر ایک ان میں سے ایسا زہریلا ہے کہ اگر زمین میں ایک پھونک مار دے تو قیامت تک زمین کوئی چیز نہ اُگا پائے.....! کہا جائے کہ ایک قبر میں اگر مومن اور کافر دونوں کے بدن کے اجزاء موجود ہیں تو کیا دونوں پر جنت کی ہوائیں چلیں گی اور دونوں کو زمین دبا دے گی؟ مومن کے بارے میں تو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے! تو فوراً مسند احمد کی منکر روایت پیش کر دی جاتی ہے کہ کیا سعد بن معاذؓ کو زمین نے نہیں دبایا تھا؟ معاذ اللہ! جس صحابیؓ کی موت پر بخاری کی حدیث یہ بیان کرے کہ عرش الہی جنبش میں آگیا، اس کے ساتھ قبر کی زمین کا یہ سلوک! حالانکہ عطیہ کی اس جھوٹی روایت کے لحاظ سے تو اُس کو حد نگاہ تک وسیع ہو جانا چاہیے تھا۔ کیا طرفہ تماشا، کیا بوالجہی ہے!

ترمذی کی اس روایت میں عطیہ اور ”الکلبی“ عرف ابوسعید کی صحابہؓ دشمنی بھی صاف جھلک رہی ہے۔ ان دونوں نے ان کو موت سے غافل، قہقہے لگانے والا ظاہر کیا ہے! بات صاف ہو گئی۔ اور یہ معمولی بات ہے بھی نہیں بلکہ یہ ایمان باللہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسول کا معاملہ ہے۔ جس طرح عذاب قبر کا انکاری بہر حال ایمان دار نہیں ہے اسی طرح جو یہ عقیدہ رکھے کہ اسی دنیاوی قبر کے مردہ میں روح واپس آ جاتی ہے، اسی کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے، سوال و جواب ہوتا ہے اور اب اسی پر قیامت تک دنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گزرتا رہے، وہ بھی ایمان سے خالی ہے۔ ان دونوں پر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ نے حجت تمام کر دی ہے۔

آج حال یہ ہے کہ ایک طرف قرآن، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہؓ، امام ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ ہیں، جن کا فیصلہ یہ ہے کہ روح بدن سے نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آ سکتی اور نہ دنیاوی جسم سے اس کا کسی قسم کا کوئی تعلق ہی باقی رہتا ہے، یہ قبر کے مردے بالکل مردہ ہیں، ان میں جان کی کی رمق تک نہیں ہوتی..... اور دوسری طرف امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ایک جم غفیر ہے، جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح کے واپس آ جانے کا قائل اور اسی دنیاوی قبر میں قیامت تک مردہ پر عذاب یا راحت کے سارے حالات کے گزرنے کا اقراری ہے۔ یہ دونوں عقیدے جو

قرآن اور حدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں، ایک نہیں، ان میں زمین و آسمان کی دوری اور ایمان و کفر کا فرق ہے۔ ایک کا ماننے والا بہر حال دوسرے کا کافر ہے۔ اب کہ قَدْ لَبِئْسَ الْوَشْقُ مِنَ الْغَيِّ ☆، لوگوں کو اختیار ہے: جس کا دل چاہے قرآن اور حدیث کی بات مانے اور جس کی مرضی میں آئے وہ گل ہائے عقیدت کی رنگینیوں کے فسوں سے از خود رفتہ ہو کر..... شوق گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دے۔

امت کی بد نصیبی کہ آج عذاب قبر کے اس عظیم مسئلہ کو فروعی مسئلہ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے حالانکہ دنیاوی قبر میں عذاب قبر کا اثبات ”حیات فی القبر“ کے ہم معنی اور قبر پرستی کے شرک کی اصل اور بنیاد ہے۔ اسی لیے شیطان لعین نے اس مسئلہ میں اُس وقت کہ نبی ﷺ کی میت مبارکہ ابھی دفن بھی نہ ہوئی تھی، امت کے دوسرے نمبر کے بزرگ ترین ولی عمر بن خطابؓ کو فریب دینے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم کہ پہلے نمبر کے بزرگ ترین ولی ابو بکر صدیقؓ نے دشمن ایمان کے اس وار کو اُسی پر الٹ دیا اور دو صدیوں تک اُس لعین کی ایک نہ چلی۔ پھر ۲۲۰ھ کے مسئلہ ”خلق قرآن“ کے ہیر و امام احمد بن حنبل پر اُس کا وار ہوا۔ افسوس کہ وہ تاب نہ لاسکے۔ اب اُن کی شہرت اور اُن کے ساتھ بے پناہ عقیدت کے سہارے اُس ازلی دشمن کو قبر پرستی کے شرک کی بنیاد کہ ”مرنے والا دنیاوی قبر میں زندہ ہے“ امت کے عقیدہ میں داخل کرنے اور قائم رکھنے کا موقع مل گیا، پھر دنیا بھی لٹی اور آخرت بھی برباد ہو گئی۔ اور آج ہر طرف شرک و کفر کے سیاہ سائے راج کر رہے ہیں! آئیے کہ اللہ کا نام لے کر اصلاح حال کے لیے سردھڑکی بازی لگا دیکھیں اور اللہ غالب و توانا پر، جس نے نصرت کا وعدہ کیا ہے، توکل کریں۔

اگلے صفحات پر مختلف مسالک کے مشہور علماء کے عقیدوں کے اقتباسات موجود ہیں جو یہ ثابت کر رہے ہیں کہ تبع تابعین کا زمانہ گزرتے ہی، اس باطل عقیدے کو ہمہ گیر قبولیت حاصل ہو گئی، اور آج تک حاصل ہے! آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ:

کیا کوئی ایسا ہے جو شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لیے ہمارا ساتھ دینے کا ہمارا حق ہے؟ اور..... کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کے نقوش قدم کی رہنمائی میں باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لیے ہمارے ہمسفر بنیں؟

عقائد مشاہیر علماء مسالک

دیوبند

بانی دیوبند قاسم نانوتوی صاحب،
محمود الحسن صاحب، اشرف علی
تھانوی صاحب وغیرہ
المہند (عقائد علماء دیوبند)
مرتبہ خلیل احمد صاحب، صفحہ ۱۶
مطبوعہ قرآن محل، کراچی

عقیدہ دربارہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: کیا فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟
جواب: ہمارے نزدیک ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ یہ حیات برزخی نہیں ہے۔

بریلی

بانی مسلک احمد رضا خان صاحب
ملفوظات اعلیٰ حضرت احمد رضا
خان صاحب بریلوی
صفحہ ۳۲ حصہ سوم مطبوعہ
مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

عرض: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے۔

ارشاد: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الہیہ کے لیے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرمادی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دینیہ ہیں ان کا ترکہ بانٹنا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

تبلیغی جماعت:

۲۸: شیخ نجم الدین اصفہانی مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ کے جنازے میں شریک ہوئے جب لوگ ان کو دفن کر چکے تو تلقین کرنے والے نے قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین کی۔ شیخ نجم الدین ہنسنے لگے، اور ان کی عادت ہنسنے کی بالکل نہیں تھی، بعض خدام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، تو شیخ نے جھڑک دیا، کئی دن بعد فرمایا کہ میں اس لئے ہنسا تھا کہ جب تلقین کر نیوالا قبر پر تلقین کیلئے بیٹھا تو میں نے ان بزرگ کو جو دفن کئے گئے تھے یہ کہتے ہوئے سنا، دیکھو جی حیرت کی بات ہے کہ ایک مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے (روض)۔

عرب میں بعض ائمہ مذہب کے موافق یہ دستور ہے کہ جب میت دفن کر دیتے ہیں تو ایک شخص اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھتا ہے، اور منکر نکیر کے سوال جواب دہراتا ہے، اس کو تلقین کہتے ہیں، ان بزرگ کا یہ ارشاد کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ مرنے والا اللہ کے عشق کی وجہ سے زندہ ہے، اور جو تلقین کر رہا تھا وہ اس دولت سے خالی ہوگا۔

(فضائل حج: ص ۲۲۵، ”شیخ الحدیث“، ذکر یا صاحب، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

۱۔ امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ وغیرہ (کتاب الروح: صفحہ ۱۷/ فتاویٰ ابن تیمیہ: جلد ۱، صفحہ ۲۸۹) [مصنف]

ایک کفن چور تھا وہ قبر میں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُوچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے۔ قرآن پاک ان کے سامنے رکھا ہوا وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور ان کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے۔ اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔ تین دن بعد ہوش آیا۔ لوگوں نے قصہ پوچھا، اس نے سارا حال سنا دیا۔ بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی۔ اس سے پوچھا کہ قبر بتادے، اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھاؤں۔ رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا، کہہ رہے ہیں، اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائیگا کہ یاد کرے گا۔ اُس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا (روض)

(فضائل صدقات: حصہ ۲، صفحات ۲۵۲، ۲۵۳)

مودودی صاحب:

اصحاب قبور سے درخواست دعا۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ زور زور سے اُن ولی اللہ کو پکار کر یہ بات کہیں۔ اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ نہ سُن رہے ہوں۔ کیونکہ سماع موتی کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کا سماع تو ممکن ہو، مگر ان کی روح اس وقت وہاں تشریف نہ رکھتی ہو، اور آپ خواہ مخواہ خالی مکان پر آوازیں دے رہے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کی روح تشریف فرما تو ہو مگر وہ اپنے رب کی طرف مشغول ہوں، اور آپ اپنی غرض کے لیے چیخ چیخ کر اُن کو اُلٹی اذیت دیں۔

(رسائل و مسائل: حصہ سوم، صفحہ ۳۶۵)

مسئلہ حیات النبی: اگر کوئی شخص اس مسئلے میں قطعاً خالی الذہن ہو یا اس کے بارے میں کوئی عقیدہ و رائے نہ رکھتا ہو اس سے قیامت میں کوئی باز پرس نہ ہوگی اور اس کے انجام اخروی پر اس عدم رائے یا خلوئے ذہن کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا۔ البتہ خطرے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا اور اس کی تبلیغ کرتا ہے، کیوں کہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدم صحت دونوں کا احتمال ہے۔

(ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۵۹ء)

(رسائل و مسائل: حصہ سوم، صفحہ ۴۴)

مودودی صاحب نے قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ علیہم السلام کے اس عظیم الشان مسئلہ کو فروعی مسئلہ بنا دیا اور یہ فرما کر کہ جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ رکھے اور اس کی تبلیغ بھی کرے وہ خطرے میں ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام صحابہ علیہم السلام کو خطرے میں ڈال دیا! قرآن و حدیث کے فیصلے کے برخلاف یہ نظریہ بھی پیش فرمایا کہ روحیں جسم سے نکلنے کے بعد اس دنیاوی قبر میں برابر آتی جاتی رہتی ہیں یعنی کبھی مردہ بدن سے وابستہ، کبھی اُس سے الگ! دوسری بات یہ بتلائی کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر پہنچ کر زور زور سے پکار کر اُن سے دعا کی درخواست کرے تو عقیدے کی خرابی لازم نہ آئے گی! سبحان اللہ

پیر جہنڈا بدیع الدین راشدی صاحب (اہلحدیث)

پیر جہنڈا صاحب سماع موتی کے قائلین کی دلیلیں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

حدیث خفق النعال سے استدلال اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری (ج ۱ ص ۱۸۷) میں اس طرح ہے:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی و ذهب اصحابہ حتی انه لیسمع قرع نعالہ اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ما کنتم تقول فی هذا الرجل محمد..... الحدیث

انس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس ہٹتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس جوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔

جواب یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت زندہ کیا جاتا ہے سوال کے لیے اور دوسری جگہ پر براء بن عازب کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحاً ذکر ہے۔

ففی حدیث اصحاب السنن و صححہ ابو عوانہ وغیرہ و فیہ فترد روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک الحدیث و فیہ و ان الکافر تعاد فیہ روحہ فی جسدہ فیاتیہ ملکان فیجلسانہ الحدیث - کذا فی الفتح ص ۲۷ ج ۱۳ الحلبي بمصر

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابو عوانہ وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس کہتے ہیں تیرا رب کون ہے۔ الحدیث (اور اس میں ہے) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں۔

پس یہ روایت خارج عن محل النزاع ہے کیونکہ زندہ کے سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتا ہے یا نہیں، اس کے ساتھ اس حدیث کا کوئی تعلق نہیں۔

(توحید خالص مؤلفہ بدیع الدین راشدی صاحب، صفحہ ۶۱۶)

پیر صاحب شاید یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر مردہ اپنی دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے اور سننے لگتا ہے، رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آپ ﷺ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے، تو شاید اس سے مراد وہ ”مردے“ ہیں جو کسی خاص وجہ سے زندہ نہیں ہو پاتے!

ہم اپنی کتاب پر نہ تو کوئی قیمت وصول کرتے ہیں، اور نہ کسی پر ان کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں پابندی لگاتے ہیں

سے مرفوعاً روایت ہے ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغونني من السلام رواه النسائي و الدارمي یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کام پر تعینات کر دیا ہے کہ وہ دنیا میں پھرتے رہتے ہیں جو کوئی شخص میری امت سے میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے وہ فرشتے اس درود و سلام کو میرے پاس پہنچا دیتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً یہ لفظ آئے ہیں من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته رواه البيهقي فی شعب الايمان یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو کوئی شخص دور کا رہنے والا میرے اوپر درود و سلام پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے لاتے ہیں، پس اگر روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب گھروں اور سب مقاموں میں گشت کرتی ہوتی تو حدیثوں میں یوں بیان آتا کہ جہاں کہیں میرا ذکر ہوتا ہے یا درود و سلام پڑھا جاتا ہے میں سن لیتا ہوں یا موجود ہو جاتا ہوں اور فرشتوں کے پہنچانے کی حاجت نہ ہوتی۔

(فتاویٰ نذیریہ: جلد اول، صفحہ ۶-۷، مطبوعہ اہلحدیث اکاڈمی، لاہور)

نذیریہاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر جگہ تو نہیں مگر مدینہ والی قبر میں ضرور حاضر و ناظر ہیں، وہاں پڑھے جانے والے درود و سلام کو خود بھی سنتے ہیں اور وہیں زمین میں گردش کرنے والے فرشتے امت کا پڑھا ہوا درود و سلام لیجا کر آپ ﷺ پر پیش کرتے ہیں!

نواب صدیق الحسن خان صاحب (اہلحدیث)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

وجملہ اموات از مومنین و کفار در حصول علم و شعور و ادراک و سماع و عرض اعمال و رد جواب بر زائر برابر اند تخصیص بہ انبیاء و صلحاء نیست -

(دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۸۴۰)

تمام مردے مومن ہوں یا کافر، حصول علم شعور، ادراک، سماع، عرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب لوٹانے میں برابر اور یکساں ہیں۔ ان امور کی تخصیص محض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور صلحاء کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

(بحوالہ سماع الموتی مؤلفہ سرفراز خان صفدر، صفحہ ۲۲۱)

وحید الزماں صاحب (اہلحدیث)

(ہم) اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماع موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور اور سلف کا اس پر اجماع ہے صرف حضرت عائشہؓ سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے جیسے معاویہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا۔

(لغات الحدیث، جلد ۳، صفحہ ۱۶۶)

جنتیوں کا بنیادی عقیدہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ: کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں جو خالق و مالک کہلائے جانے کا مستحق ہو۔ عالم الغیب، حاضر و ناظر مختار کل سمجھا جائے۔ نفع و نقصان جس کی مٹھی میں ہو، حاجت روائی، مشکل کشائی، فریاد رسی جس کی صفت ہو۔ اُٹھتے بیٹھتے جس کو پکارا جائے جس سے غائبانہ خوف کھایا جائے۔ اُمیدیں وابستہ کی جائیں۔ جس پر توکل کیا جائے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر جس سے دُعائیں مانگی جائیں۔ جس کے حضور رکوع و سجدہ ہو۔ جسکے نام کی نذر و نیاز کی جائے۔ قانون سازی جس کا حق ہو۔ سب جس کے بندے اور محتاج ہوں۔ کسی کو اس پر زور یا زبردستی کا یارا نہ ہو۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ: کے اقرار کے معنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ بشر اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ اُن کے قول و عمل کے سامنے کسی کا قول و عمل ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اور نبی ﷺ کے قول و عمل کی وہی تعبیر معتبر ٹھہرے گی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ثابت ہے قیامت تک سنت نبوی ﷺ زندگی کے ہر شعبہ میں سداً آخر ہے اور ہر قسم کی بدعت قابل رد۔ اس عقیدہ کا مالک گناہ گار سے گناہ گار بندہ انجام کار جنت کی بادشاہی میں پہنچ کے رہے گا۔ (ان شاء اللہ) اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا جنت کی خوشبو تک نہ پاسکے گا چاہے وہ دن میں ہزار نمازیں پڑھنے والا، ہر روز تہجد ادا کرنے والا صائم الدھر ہو۔